محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

# کیا عورت
# مردوں کی امامت کر سکتی ہے؟

www.hamditabligh.net

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مرد عورتوں کی امامت کرسکتا ہے، خواہ اس کے مقتدیوں میں صرف عورتیں ہی ہوں کوئی مرد نہ ہو۔ جیسا کہ ذیل کی حدیث سے واضح ہوتا ہے:

”عن جابرؓ جاء ابی بن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ (ﷺ) کان منی اللیلة شئ قال و ما ذاک یا یأبی قال نسوة داری قلن انا لا نقرأ القراٰن فنصلی خلفک بصلاتک، فصلیت بھن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنه و کان شبه الرضاء۔“ [صحیح ابن حبان: کتاب الصلاة، باب النوافل اسنادهٗ ضعیف، قیام اللیل للمروزی: ۹۰، مسند ابی یعلیٰ فی مسند جابر اسنادهٗ ضعیف، معجم الاوسط للطبرانی فی جزء الرابع من اسمه عثمان اسنادهٗ حسن و رواہ أحمد ایضاً لکن تغیر بلفظهٖ]

ترجمہ: ”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں آئے اور کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! گزشتہ رات مجھ سے کچھ ہوا ہے۔ فرمایا: کیا ہوا اے ابی؟ کہا: میرے محلے کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن پڑھے ہوئے نہیں ہیں لہٰذا ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گے، پس میں نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائی۔ آپ (ﷺ) اس پر خاموش رہے جو گویا رضا کا ہی اظہار تھا۔“

اور اس کی تائید میں بکثرت آثار و اقوال موجود ہیں۔ ھشام بن عروہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

”جعل عمرؓ بن الخطاب للناس قاریین فکان ابی بن کعبؓ



یصلی بالرجال و کان ابن ابی حثمة یصلی بالنساء۔“[قیام اللیل: ۹۳]

ترجمہ: ”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ماہ رمضان میں قیام اللیل کے لیے) قاری مقرر کیے، پس ابی بن کعب نے مردوں کو نماز پڑھائی اور ابن ابی حثمہ عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے۔“

عرفجہ ثقفی فرماتے ہیں:

”امرنی علیّ فکنت امام النساء فی قیام رمضان۔“[قیام اللیل: ۹۳]

ترجمہ: ”مجھے سیدنا رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پس میں عورتوں کا امام بنا قیام رمضان میں۔“

امام محمد بن نصر المروزیؒ فرماتے ہیں:

”و الامر عندنا انه لا بأس ان یؤم الرجل النساء و ان لم یکن خلفهٗ رجل اتباعاً، لما روینا عن النبی ﷺ ثم عن عمرؓ بن الخطاب و علیؓ بن أبی طالب انهما امراً بذلک ففعل بحضرة المهاجرین و الانصار و سائر الصحابة یأتنا عن أحد منهم انه کره ذٰلک و لا عابه۔“ [قیام اللیل: ۹۵]

ترجمہ: ”ہمارے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ ایک مرد عورتوں کی امامت کرائے اور یہ کہ اس کے پیچھے کوئی مرد مقتدی نہ ہو۔ جیسا کہ ہم نے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ سے، پھر عمرؓ بن خطاب سے اور پھر علیؓ بن ابی طالب سے، بے شک ان دونوں نے اس امر کا حکم مہاجرین، انصار و دیگر صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کے سامنے دیا اور ان صحابہؓ میں سے کوئی نہ آیا جس نے اس پر کراہت ظاہر کی ہو یا اسے معیوب سمجھا ہو۔“

تاہم اس امر میں کہ کیا ایک عورت بھی مردوں کی امامت کر سکتی ہے؟ سنن أبی داود کی حدیثِ امّ ورقہ رضی اللہ عنہا سے بعض اہل علم کو کچھ شبہات ہوئے ہیں، وہ حدیث درج ذیل ہے:

”حدثنا عثمان بن أبی شیبة ثنا وکیع بن الجراح ثنا الولید بن

عبد الله بن جميع حدثتني جدتي و عبد الرحمان بن خلاد الانصاری عن امّ ورقة بنت نوفل : ان النبی ﷺ لما غزاً بدراً . قالت قلت له يا رسول الله (ﷺ) ائذن لی فی الغزو معک امرّض مرضاکم لعل الله ان يرزقتني شهادة . قال قری فی بيتک فان الله عز و جل يرزقک الشهادة . قال فکانت تسمیَّ الشهيدة . قال و کانت قد قرأت القرآن فاستاذنت النبی ﷺ ان تتخذ فی دارها مؤذنا فاذّن لها قال و کانت دبرت غلاماً و جارية فقاما اليها بالليل فغماها بقطيفة لها حتیٰ ماتت و ذهبانا صبح عمر فقام فی الناس فقال من [من کان] عندهٗ من هذين علم او من راٰهما فليجئ بهما فامر بهما فصلبا فکانا اول مصلوب بالمدينة .“

ترجمہ: ”ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے بھی اپنے ساتھ اس غزوے میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ میں آپ کے مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید کہ اللہ مجھے شہادت کی موت دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وجہ سے ان کا نام شہیدہ مشہور ہو گیا۔ اور راوی کہتے ہیں کہ انہوں [ام ورقہ] نے قرآن پڑھا ہوا تھا پس انہوں نے نبی ﷺ سے اپنے گھر میں ایک موذن مقرر کرنے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دیدی۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کا ایک مدبر(۱) غلام تھا اور ایک لونڈی بھی تھی۔ یہ دونوں رات کو اٹھے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ وفات پا گئیں۔ صبح کو حضرت عمرؓ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جس کسی جو بھی ان دونوں

(۱) مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک کی وفات کے بعد از خود آزاد ہو جائے۔ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ان کے مدبر غلام و لونڈی کے ہاتھوں ہوئی۔



قاتلوں کا علم ہو یا جس نے ان کو دیکھا ہو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ چنانچہ جب لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو مصلوب کرنے کا حکم دیا۔ یہ مدینہ کے پہلے قاتل ہیں جنہیں سولی دی گئی۔“

سنن اَبی داؤد کی دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

” حدثنا الحسن بن حماد الحضرمی ثنا محمد بن الفضيل عن الوليد بن جميع عن عبد الرحمان بن خلاد عن ام ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحديث و الاول اتم و کان رسول الله ﷺ يزورها فی بيتها و جعل لها مؤذناً يؤذن لها و امرها ان تؤم اهل دارها قال عبد الرحمان فانا رأيت مؤذنها شيخاً کبيراً .“

ترجمہ: ”نبی ﷺ ان سے ملنے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ان کے لیے ایک موذن مقرر فرمایا تھا، جو ان کے لیے اذان دیا کرتا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں اپنے گھر والوں کی امامت کا حکم دیا تھا، عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کا موذن دیکھا تھا جو ایک بوڑھا شخص تھا۔“

ابو داؤد کی پہلی روایت میں ام ورقہ بنت نوفل ہے جبکہ دوسری روایت میں ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث ہے۔ بلا شبہ یہ دونوں ایک ہی ہیں ان میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں:

”نوفل ان کے دادا تھے جن کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ ان کے صلبی والد کا نام عبد اللہ بن حارث تھا۔ بعض روایات میں انہیں ام ورقہ بنت عبد اللہ بن حارث الانصاری کہا گیا ہے۔ دونوں نسبتیں صحیح ہیں۔“ [تفہیم المسائل: ۱/۳۸۲]

اس حدیث کی بناء پر ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم (پیرس) کو خاص اصرار ہے کہ

”حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی محلے ”اہل دارہا“ نہ کہ ”اہل بیتہا“ کی مسجد کا امام مامور فرمایا تھا جیسا کہ سنن اَبی داؤد اور مسند

احمد بن حنبل میں ہے اور یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے اور یہ کہ ان کا موذن ایک مرد تھا۔ظاہر ہے کہ موذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس حدیث کے متعلق یہ گمان ہوسکتا ہے کہ یہ شاید ابتدائے اسلام کی بات ہو اور بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کو منسوخ کر دیا ہو لیکن اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں اور اپنے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔'' [خطبات بہاول پور:۳۱]

ایک دوسرے مقام پر مزید وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

''میں اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ صرف عورتوں کے لیے امام بنایا گیا تھا۔ حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''اہل خاندان کے لیے'' ''اہل'' کے معنی صرف عورتوں کے نہیں ہوتے پھر اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایک موذن تھا جو ایک مرد تھا اور مزید تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ ان کے غلام بھی تھے۔ظاہر ہے کہ غلام ان کی امامت میں ہی نماز پڑھتے ہوں گے۔غرض یہ کہ امامت صرف عورتوں کے لیے نہیں تھی بلکہ مردوں کے لیے بھی تھی۔'' [خطبات بہاول پور:۳۷۶]

صاحب 'سبل السلام' امیر محمد بن اسماعیل الیمانی رحمہ اللہ حدیث ام ورقہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

'' و الحديث دليل علىٰ صحة امامة المرأة اهل دارها و ان كان فيهم الرجل فانه كان لها مؤذنا و كان شيخا كما فى الرواية و الظاهر انها كانت تؤمه و غلامها و جاريتها و ذهب الىٰ صحة ذٰلك ابو ثور و المزنى و الطبرى و خالف ذٰلك الجماهير.'' [سبل السلام: ۲/۴۳۷]

ترجمہ: ''یہ حدیث 'اہل دار' کے لیے عورت کی امامت پر صحت کی دلیل ہے اور یہ



کہ ان میں مرد بھی ہو۔پس بے شک ام ورقہ کا ایک بوڑھا مؤذن تھا جیسا کہ روایت میں ہے ظاہر ہے کہ وہ انہیں بھی امامت کراتی ہوں گی اور ان کے غلام و لونڈیاں بھی تھیں۔ ابوثور، مزنی اور طبری اس کی تائید کا رجحان رکھتے ہیں جبکہ جمہور اس کے مخالف ہیں۔''

اقتباس بالا سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ صاحب 'سبل السلام' کا اپنا نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ عورت مردوں کی امامت کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض شارحینِ حدیث نے حدیث ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ضعیف قرار دینا چاہا ہے اور اس کے راویوں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خلاد کو مجہول قرار دیا ہے۔لیکن یہ درست نہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا شمار ثقات میں کیا ہے۔[ملاحظہ ہو: عون المعبود: ۱/۳۱۷]

علاّمہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حسن درجے کی قرار دیا ہے۔

حدیث درست ہے، ہمیں اس حدیث کی تضعیف کرنے کی بجائے ان اذہان کو مطمئن کرنا چاہیے جو اوہام کا سہارا لے کر ایک صحیح حدیث سے باطل استدلال کرتے ہیں۔

مردوں کے لیے عورت کی امامت کے قائلین کا اصل استدلال یہ ہے کہ چونکہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک مؤذن مقرر تھا لہٰذا اس سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ ان کی امامت ہی میں نماز پڑھتا ہوگا۔بعض حنابلہ اور چند دیگر اہل علم کے مطابق عورت بعض استثنائی صورتوں میں مرد کی امام بن سکتی ہے تاہم امامة المرأة للرجال کے قائلین کے اصل وکیل ڈاکٹر حمید اللہؒ ہیں، جنھوں نے اپنے شبہات کو بطور دلیل پیش کیا اور مطلقاً عورت کی امامت کی تائید کی ہے۔ان کے شبہات کا جائزہ لے لینے سے حدیث ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی مناسب تشریح سامنے آجائے گی۔

## ڈاکٹر حمید اللہؒ (پیرس) کے شبہات کا جائزہ

☆ ......''حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی محلے ''اہل دارہا'' نہ کہ

''اہل بیتہا'' کی مسجد کا امام مامور فرمایا تھا جیسا کہ سنن اَبی داوٗد اور مسند احمد بن حنبل میں ہے۔'' [خطبات بہاول پور:۳۱]

بدقسمتی سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حدیث کے الفاظ میں اپنے مَن چاہے تصورات کو جس طرح داخل کر دیا ہے اس کی تائید حدیث کے الفاظ سے نہیں ہوتی۔ سنن اَبی داوٗد کی حدیث کے الفاظ گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔ مسند احمد کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

**'' قد امرها أن تؤم اهل دارها و كان لها مؤذن و كانت تؤم اهل دارها.''** [مسند احمد، مسند القبائل]

اس میں بھی 'محلے کی مسجد' کا کوئی ذکر نہیں بلکہ حدیث ام ورقہ کے کسی متن میں بھی 'مسجد' کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔

☆ ......''یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے اور یہ کہ ان کا موذن ایک مرد تھا۔ ظاہر ہے کہ موذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔'' [ص ۳۱]

حدیث میں اس بات کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے۔ یہ درست ہے کہ ان کا مؤذن ایک مرد تھا لیکن یہ بلا دلیل کیسے ظاہر ہو گیا کہ وہ ان کے پیچھے بطور مقتدی فریضۂ نماز ادا کرتا ہوگا۔ ظاہر تو وہ ہے جو معاشرے میں معروف، مشتہر اور مروج ہو۔ **المعروف كالمنصوص.** مگر عہدِ رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک مسلم معاشرے میں عورت کی زیر امامت مردوں کا نماز پڑھنا معروف و مروج نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے۔

ان کا مؤذن ایک مرد تھا، قابل غور امر یہ ہے کہ اگر عورت فریضۂ امامت ادا کر سکتی ہے اور اس کی زیر امامت تمام اہل اسلام مرد و زن نماز پڑھ سکتے ہیں تو پھر وہ اذان کیوں نہیں دے سکتی؟ آخر مؤذن کے لیے کسی عورت کا تقرر کیوں نہیں ہوا؟ درحقیقت مؤذنہ عورت کا تقرر نہ ہونا عورت کے احترام ہی کی وجہ سے تھا تاکہ خاتون اسلام کی آواز بلند نہ ہو اور نہ ہی نامحرم مردوں کے زیرِ سماعت آئے۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا مؤذن مرد اگر ان کی زیرِ امامت فریضۂ نماز ادا کرتا تو



یہ امر بالخصوص لائق ذکر و بیان ہوتا مگر متونِ احادیث میں اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ بالفرض محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کے مؤذن نے ان کی زیرِ امامت نماز پڑھی اور یہی اس مؤذن کا معمول تھا تو آخر ان کا مقامِ صلوٰۃ کیا تھا...............؟

۱- کیا وہ عورتوں کے پیچھے کھڑے ہوئے؟

۲- عورتوں کے برابر کھڑے ہوئے؟

۳- عورتوں سے کنارے الگ کھڑے ہوئے؟

۴- یا حضرت ام ورقہؓ سے آگے کھڑے ہوئے؟

ان میں سے ہر صورت ناممکن ہے اور نماز کو فاسد کرنے والی ہے۔ اس کے برعکس حدیث صحیح میں ہے:

**'' عن انس بن مالك رضى الله عنه: أنّ جدتهُ مليكة (رضى الله عنها) دعت رسول الله ﷺ لطعام صنعتهُ له، فاكل منه، ثم قال: قوموا فلا صلى لكم. قال انس: فقمت الى حصير لنا، قد اسودّ من طول ما ليس، فنضحتهُ بماءٍ، فقام رسول الله ﷺ ركعتين، ثم انصرف.''** [صحيح بخارى، كتاب الصلاة، باب: الصلاة علىٰ حصير. صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة. سنن النسائى، كتاب الامامة. سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب: اذا كانوا ثلاثة كيف يقومون]

ترجمہ: ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے (خاص طور پر) آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، پس آپ ﷺ نے اس میں سے کھایا اور فرمایا، کھڑے ہو جاؤ میں تمہارے لیے (نماز) پڑھ دوں۔ سیدنا انس کہتے ہیں: میں اٹھا اور ایک پرانا بوریا جو پڑے پڑے کالا ہو گیا تھا، اس پر پانی ڈالا۔ پس رسول اللہ ﷺ (اس پر) کھڑے ہو گئے اور میں اور (میرا بھائی) یتیم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے

اور (ہماری) بوڑھی دادی ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور فارغ ہو گئے۔''

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت اپنے سگے احفاد کے برابر بھی کھڑی ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتی بلکہ اس کا مقام صلوٰۃ بہر صورت مردوں سے پیچھے ہے۔ امام ابو سلیمان الخطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فيه دليل ان أمامة المرأة للرجال غير جائزة لانها لما زحمت عن مساواتهم في مقام الصف كانت من ان تتقدمهم ابعد.'' [معالم السنن: ۱/۱۷۴]

ترجمہ: ''اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مردوں کے لیے عورتوں کی امامت جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ مقام صف میں ان کے برابر قریب میں کھڑی نہیں ہوئیں تھیں بلکہ ان سے دور پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔''

☆ ......''یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کو امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس حدیث کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ شاید ابتدائے اسلام کی بات ہو اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کر دیا ہو لیکن اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں اور اپنے فرائض انجام دیتی رہیں۔'' [ص:۳۱]

عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے اور فریضۂ امامت انجام دے سکتی ہے جیسا کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ عمل منسوخ ہے۔ تاہم حدیثِ ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے یہ سمجھنا کہ ان کے زیرِ امامت مرد بھی نماز پڑھتے تھے اور ان کی امامت سیدنا عمرؓ کے عہد تک جاری رہی، کسی طرح درست نہیں۔

☆ ......ڈاکٹر حمید اللہ کے شبہے کی ایک اہم بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں ''اہل دارھا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا دائرہ خاصا وسیع ہے اور ''اہل کے معنی صرف عورتوں کے لیے نہیں ہوتے۔'' [ص:۳۷۶]



بلاشبہ 'اہل' کا اطلاق صرف عورتوں پر نہیں ہوتا۔ تاہم جس طرح قرآن کریم کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے بعینہٖ ایک حدیث بھی دوسری حدیث کی تشریح و تخصیص کرتی ہے۔ چنانچہ حدیث ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا ایک اہم ترین متن امام دارقطنی نے اپنی سنن میں سند متصل سے روایت کیا ہے۔ وھو ھذا:

''عن أم ورقة أن رسول الله (ﷺ) أذن لها أن يؤذن لها و يقام و تؤم نساء ها.'' [سنن الدارقطني، باب: في ذكر الجماعة و اهلها و صفة الامام]

''ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی کہ ان کے لیے اذان دی جائے، اقامت کہی جائے اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کا فریضہ انجام دیں۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا دائرہ امامت مرد و زن پر مشتمل نہیں تھا بلکہ یہ امامت صرف عورتوں کے لیے تھی۔

نہ صرف ''سنن الدارقطنی'' بلکہ ''سنن ابی داوٗد'' کے ایک نسخے میں بھی یہ حدیث ''اَنْ تؤم نساء اهل دارها'' کے الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی ہے۔ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رقمطراز ہیں:

''الموسوعۃ الفقہیۃ (کویت) میں بھی یہ روایت اَنْ تؤم نساء اهل دارها کے الفاظ کے ساتھ درج ہے، جس کے لیے انھوں نے سنن ابی داوٗد [۱/۳۹۷] کے اس نسخے کا حوالہ دیا ہے جو عزت عبید دعاس کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ [دیکھیے، موسوعۃ مذکورہ، ۶/۲۰۴]۔'' [ہفت روزہ ''الاعتصام'' (لاہور): ۱۷ جون ۲۰۰۵ء]

## ایک دلچسپ استثنائی مثال

ڈاکٹر حمید اللہؒ نے ایک دلچسپ استثنائی مثال بھی پیش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ایک چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ بعض اوقات عام قاعدے میں استثناء کی ضرورت پیش آتی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے استثنائی ضرورتوں کے لیے یہ استثنائی تقرر فرمایا ہوگا۔ چنانچہ میں اپنے ذاتی تجربے کی ایک چیز بیان کرتا ہوں۔ پیرس میں چند سال پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک افغان لڑکی طالب علم کے طور پر آئی تھی۔ ہالینڈ کا ایک طالب علم جو اس کا ہم جماعت تھا، اس پر عاشق ہوگیا۔ عشق اتنا شدید تھا کہ اس نے اپنا دین بدل کر اسلام قبول کرلیا۔ ان دونوں کا نکاح ہوا۔ اگلے دن وہ لڑکی میرے پاس آئی اور کہنے لگے بھائی صاحب میرا شوہر مسلمان ہوگیا ہے اور وہ اسلام پر عمل بھی کرنا چاہتا ہے لیکن اسے نماز نہیں آتی اور اسے اصرار ہے کہ میں خود امام بن کر نماز پڑھاؤں۔ کیا وہ میرے اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ میں نے اسے جواب دیا کہ اگر آپ کسی عام مولوی صاحب سے پوچھیں گی تو وہ کہے گا کہ یہ جائز نہیں، لیکن میرے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کا ایک واقعہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ اس لیے استثنائی طور پر تم امام بن کر نماز پڑھاؤ۔ تمہارے شوہر کو چاہیئے کہ مقتدی بن کر تمہارے پیچھے نماز پڑھے اور جلد از جلد قرآن کی ان سورتوں کو یاد کرے جو نماز میں کام آتی ہیں۔ کم از کم تین سورتیں یاد کرے اور تشہد وغیرہ یاد کرے۔ پھر اس کے بعد وہ تمہارا امام بنے اور تم اس کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔'' [ص:۳۱]

حیرت ہے کہ ہمارے لائق احترام فاضل معاصر مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اس استثنائی صورت حال سے متعلق فرمایا:

''یہ اس واقعے [یعنی حدیثِ ام ورقہ] کی نہایت معقول توجیہ ہے جو خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے بیان فرمادی ہے۔'' [عورتوں کے امتیازی مسائل وقوانین: ۱۰۷]

اسلام تصدیق وتسلیم کا نام ہے نہ کہ تاسیس وتخریب کا۔ اسلامی احکام محض ایک عاشق کے 'عشقِ شدید' کے احترام میں تبدیل نہیں کیے جاسکتے۔ جب کسی صحیح حدیث سے کسی استثنائی

عورت کی امامت

صورت کا جواز ہی نہ نکلتا ہو تو پھر خواہ مخواہ کسی 'استثنائی ضرورت' کی تشکیل کی کیا 'ضرورت' ہے۔ اسلام دنیا کا سب سے بڑا فخر ہے، کسی فرد کی عزت اس میں ہے کہ اس کا سینہ گوہرِ ایمان سے معمور ہو۔ کسی بھی فرد کو خواہ وہ کتنا ہی معزز و بلند کیوں نہ ہو اسلام قبول کرنا خود اسلام کے لیے باعثِ عزت ہرگز نہیں ہوسکتا۔

عورت مرد کو نماز کی تعلیم دے سکتی ہے۔ اسے قرآنی سورتوں کے یاد کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ اس کی زیرِ امامت نماز پڑھ کر اس کی غلطیوں کی تصحیح کرسکتی ہے۔ مگر خود اس کی امام نہیں بن سکتی۔

## حدیثِ ام ورقہ رضی اللہ عنہا پر ایک نظر

حدیث ام ورقہ رضی اللہ عنہا کتبِ ستہ میں صرف سنن اَبی داؤد میں ہے، اس کے علاوہ مسند احمد، سنن دارقطنی، صحیح ابن خزیمہ، مستدرک الحاکم، سنن الکبریٰ للبیہقی اور طبقات ابن سعد میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو 'باب امامة النساء'، امام ابن خزیمہ نے 'باب امامة المرأة النساء فی الفریضة'، امام دارقطنی نے 'باب صلاة النساء جماعة و موقف امامهن' اور 'باب فی ذکر الجماعة و أهلها وصفة الامام' اور امام حاکم نے 'امامة المرأة النساء فی الفرائض' میں ذکر کیا ہے۔ گویا ان تمام ائمہ حدیث کے نزدیک حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا دائرہ امامت صرف عورتوں تک ہی محدود تھا۔

امام دارقطنی نے 'باب فی ذکر الجماعة و أهلها وصفة الامام' میں جو حدیث روایت کی ہے وہ بلحاظ متن بہت اہم ہے۔ وھو ھذا:

"عن أم ورقة: أن رسول الله ﷺ أذن لها، أن یوذن لها و یقام و تؤم نسائها."

''ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت

دے دی تھی کہ ان کے لیے اذان دی جائے ،اقامت کہی جائے اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں کی امامت کرائیں۔''

سنن ابی داوٗد کے بھی ایک نسخے میں جو شیخ عزت عبید دعّاس کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے، میں مذکورہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

تشریح الحدیث بالحدیث کے اصول کے مطابق یہ امر بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی امامت صرف عورتوں کے لیے تھی۔

## صحیح مسلم کی ایک اہم روایت اوراس کی مناسب تشریح

صحیح مسلم میں ہے:

''**عن أبی مسعود الانصاری رضی اللّٰہ عنہُ قال: رسول اللّٰہ ﷺ: یؤمُّ القوم اقرؤھم لکتاب اللّٰہ.**'' [کتاب الصلوٰۃ، باب: من احق بالامامۃ]

''سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہو۔''

الفاظِ حدیث کے عموم کی بناء پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اگر عورتیں مردوں سے زیادہ علمِ قرآن رکھتی ہوں تو وہ بھی فریضۂ امامت انجام دے سکتی ہیں۔تاہم ان کا یہ دعویٰ درست نہیں۔کیونکہ وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہیں۔شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**﴿ یایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم و لا نسآء من شآء عسیٰ ان یکن خیراً منھنّ ﴾** [الحجرات: ۱۱]

''اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ اڑائے، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا تمسخر اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔''



اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا: یعنی مرد اور عورت۔اس بنا پر عورت ''**یؤمُّ القوم اقرؤھم لکتاب اللّٰہ**'' کے عموم میں داخل ہی نہیں۔''[فتاویٰ برائے خواتین: ۱۲۶، جمع وترتیب: محمد بن عبدالعزیز المسند، مطبوعہ دارالسلام ریاض]

## علمائے امت کی تصریحات

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے 'کتاب الام' میں، امام ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ نے 'المحلّی' میں، امام ابوسلیمان الخطابی رحمہ اللہ نے 'معالم السنن' میں، امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ نے 'المغنی' میں اور علاّمہ خلیل احمد حنفی سہارن پوری رحمہ اللہ نے 'بذل المجھود' میں واضح تصریحات کی ہیں کہ عورت ایک یا ایک سے زائد مردوں کی امامت نہیں کرسکتی۔

## نتیجہ بحث

حاصلِ کلام یہ کہ وہ دیوار گیر عمارت جہاں مرد وزن ایک دوسرے سے شانے ملائے ایک عورت کی اقتدا میں اپنے سر بارگاہِ ایزدی میں جھکانا چاہتے ہوں، وہ مسجد کے سوا سب کچھ ہوسکتی ہے اوراس دیوار گیر عمارت میں جو رسمِ عبادت ادا کی جائے گی وہ نماز کے سوا سب کچھ ہوسکتی ہے۔کیونکہ اسلامی اعمال اپنے عاملین سے صرف ظاہری حرکات وسکنات کی تکمیل ہی نہیں چاہتے بلکہ رفعتِ باطنی کی جستجو کا تقاضا بھی کرتے ہیں۔**ہذا ما عندی والعلم عند اللّٰہ.**